شاہ ولی اللہ کا نظریۂ مقاصدِ بعثتِ نبوت: "البدور البازغۃ" کی روشنی میں

Shah Waliullah's Theory of the Purposes of the Revelation of Prophethood In the Light of "Albodoor Ul Bazigah"

* محمد عاصم قریشی

** ڈاکٹر محمد ریاض محمود

Abstract

Allah Almighty set a guidance system by His Prophets. All the Prophets came to their nations and they guided them in all the aspects of life. Earlier scholars of Islam discussed about the system of prophet hood and its purpose in this world like Ghazali, Ibn-e-Arabi, Ibn-e-Khuldoon and Sheikh Sarhandi wrote on it. Shah Waliyullah has also written on Prophet hood system with more details, especially in his famous book ‘Albudoor-ul-Bazighah’. He indicated that prophets were sent to humans to guide them in both religious and social matters equally. He has derived this aspect from different verses of the Holy Quran and Hadith. According to his philosophy, the Holy Prophet (PBUH) came to abolish the luxurious and brutal system of Caesar of Roam and Cyrus of Persia. He was given the responsibility to establish a justice system, in which every member of the society should remain peaceful and satisfy. Contrary to the views of Shah Waliyullah, Ghazali and Ibn-e-Khuldoon have the view that Prophets came to guide only religious matters and we cannot prove prophet hood with logic. Quranic teachings are very clear about the comprehensive concept of Prophet hood and wider purpose of prophets in this world for the betterment of ethical, social, economic and political life of humans.

* لیکچرار شعبہ اسلامیات، پاکستان ملٹری اکیڈمی، ایبٹ آباد — aasimqureshi86@gmail.com

** اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف گجرات، گجرات — dr.riazmahmood@uog.edu.pk

This research article has been presented to analyze important features of Prophet hood philosophy of Shah Waliyullah.

Keywords: Al-budoor-ul-Bazighah, The Four Irtifaqat, Ghazali, The Holy Prophet (PBUH), Ibn-e-Khuldoon, Philosophy of Islam, Prophet hood, Shah Waliyullah,

ا۔ موضوعِ تحقیق کا تعارف، اہمیت اور پسِ منظر:

کائنات میں انسان کی تخلیق خدائے عزّوجلّ کی طرف سے عنایتِ خصوصی کا اظہار تھا۔ عقل و نُطق کی صلاحیتوں کے امتزاج سے انسان کو اشرف المخلوق کا درجہ دیا گیا۔ جزا و سزا کا نظام انسان کے لیے بنایا گیا۔ کائنات کی تمام دیگر مخلوقات کو انسان کے لیے مسخّر کرکے ان سے مستفید ہونے کا موقع دیا گیا۔ لیکن انسان کو خدائی شریعت اور قانون کا پابند بنایا گیا تاکہ وہ اپنی مرضی سے نفسانی اور شیطانی راستے سے بچ کر اپنی صلاحیتوں اور وسائل کو دینِ الٰہی کی سربلندی کے لیے استعمال کرے اور حقیقی کامیابی کا حق دار قرار پائے۔ شریعتِ الٰہی کو انسانوں تک پہنچانے اور دنیا میں اس کا عملی نظام بنانے کا طریقۂ کار سمجھانے کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے نظامِ نبوت کا آغاز کیا گیا۔ انسانِ اوّل کو نبیؑ بنا کر انسانیت کے لیے اس کی ہدایت و راہنمائی کا سامان ابتدا سے ہی مہیا کیا گیا۔ حضرت آدمؑ سے جناب رسالتمآب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک انبیاء کرامؑ کا سلسلہ پوری انسانیت کو ایک منظّم اور مربوط نظامِ نبوت کے ذریعے قانونِ الٰہی کے ساتھ منسلک کرنے کی تگ و دو میں مصروف رہا۔ یہ تمام انبیاءؑ چونکہ ایک ہی نظام کے ساتھ وابستہ تھے لہٰذا بنیادی اصول و قوانین میں کوئی فرق نہیں تھا۔ سب انبیاءؑ کو اپنی قوم کے سماجی، معاشرتی، نفسیاتی اور جغرافیائی حالات کی بِنا پر ظاہری اعمال یعنی شریعت میں ردّوبدل کرکے بھیجا گیا تاکہ شریعتِ الٰہی ان کے لیے نامانوس اور مشکل واقع نہ ہو۔ نظامِ نبوت کو سمجھنے کے لیے حکماء و فلاسفہ ہمیشہ سے کوشاں رہے ہیں۔ امام غزالیؒ (1058-1111ء)، ابنِ عربیؒ (1165-1240ء)، ابن خلدونؒ (1332-1406ء)، مجدّد الف ثانیؒ (1564-1624ء) وغیرہم نے اس پر کافی گفتگو کی ہے۔ امام شاہ ولی اللہؒ (1703-1762ء) نے اٹھارہویں صدی عیسوی میں جہاں اسلامی تعلیمات کا بغور جائزہ لے کر آنے والے دور کے حالات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے معاشرتی، معاشی، سیاسی، اخلاقی، تہذیبی اور تمدّنی نظام پر بحث کی ہے، وہیں آپؒ نے قرآن و سنت کی روشنی میں نظامِ نبوت پر بالتفصیل بحث کی ہے۔ آپؒ کی مشہور کتب حجۃ اللہ البالغۃ، البدور البازغۃ اور تفہیماتِ الٰہیہ میں نظامِ نبوت کے مختلف پہلوؤں پر اصولی گفتگو کی گئی ہے۔ زیرِ نظر تحقیقی مقالہ میں شاہ ولی اللہؒ کے نظریۂ مقاصدِ بعثتِ نبوت کو ان کی کتاب 'البدور البازغۃ' کی تفصیلی مباحث کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔

شاہ ولی اللہؒ کی تصنیفات و تحقیقات اور فکر و فلسفہ پر نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا بھر میں علمی و تحقیقی کام ہوتا آیا ہے۔ خاص طور پر شاہ ولی اللہؒ کی کتاب 'حجۃ اللہ البالغۃ' اور 'الفوز الکبیر' پر مختلف پہلوؤں پر تحقیقات ہو چکی ہیں۔ بر صغیر

پاک و ہند کی یونیورسٹیز اور تحقیقاتی اداروں میں شاہ ولی اللہؒ کے فکر و فلسفہ کے حوالے سے کیے گئے تمام علمی تحقیقات کا جائزہ یہ ثابت کرتا ہے کہ شاہ ولی اللہؒ کا نظریہ نبوّت اور اس کا دیگر مسلم مفکرین کی آراء کی روشنی میں تحقیقی تعارف و جائزہ پر کام نہیں کیا گیا۔ تاریخ میں صرف مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے اپنے افادات و ملفوظات میں اس کا تعارف پیش کیا ہے لیکن اس کے علاوہ یہ موضوع تشنہ طلب رہا۔ موجودہ دور فکری ژولیدگی اور نظریاتی اُلجھاؤ کا شکار ہے۔ ایسے میں ضرورت ہے کہ شاہ ولی اللہؒ جیسے مفکّر کے فکر کا تعارف علمی حلقہ میں پیش کروایا جائے اور فکری یکسانیت کو حاصل کیا جاسکے۔

مقالہ ہٰذا کو چھ اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مقالہ کا پہلا جزو موضوعِ تحقیق کے تعارف، اہمیت اور پسِ منظر پر مشتمل ہے۔ دوسرے جُزو میں قرآنِ حکیم اور احادیث نبویہ ﷺ کی روشنی میں نبوت کی ضرورت و افادیت کو پیش کیا گیا ہے۔ تیسرے جُزو میں 'البدور البازغۃ' کی علمی حیثیت اور خصائص کو بیان کیا گیا ہے۔ چوتھے جُزو میں شاہ ولی اللہؒ کے نظریۂ نبوت کے امتیازات کا تعارف موجود ہے۔ پانچویں جُزو میں امام غزالیؒ، ابن خلدونؒ اور شاہ ولی اللہؒ کے نظریۂ نبوت کا تقابلی جائزہ تحریر کیا گیا ہے۔ چھٹا جُزو خلاصۂ بحث کو پیش کرتا ہے۔

۲۔ 'البدور البازغۃ' کی علمی حیثیت اور خصوصیات:

شاہ ولی اللہؒ امتِ مسلمہ کے عروج و زوال کے دوراہے پر دنیا میں تشریف لا کر اسلامی علوم و فنون کے اِحیاء کا ذریعہ بنے۔ آپؒ کے دور تک قرآن و حدیث اور دیگر اسلامی علوم پر مرُورِ زمانہ کے گہرے اثرات پڑ چکے تھے۔ اسلامی علوم کے اصل مُتون ان کی شروحات کے تحت دب چکے تھے۔ شاہ ولی اللہؒ کا تجدیدی کارنامہ یہی رہا کہ قرآن و حدیث اور فقہ و تصوف کی اصل کو شروحات و تفصیلات سے نکال کر واضح صورت میں پیش کر دیا۔ حضرت مجدّد الف ثانیؒ کا تجدیدی کردار جہانگیر کے دور میں روبہ عمل ہوا جب کہ مسلمانوں کا اپنا مضبوط نظام موجود تھا۔ شاہ ولی اللہؒ نے جس دور میں مجدّدانہ کردار ادا کیا وہ مسلمانوں کے لڑکھڑاتے نظامِ حکومت اور فرقوں و گروہوں میں بٹے ہوئے معاشرتی اِبتلاء کا دور تھا۔ آپؒ کا یہ کردار نہ صرف ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے فائدہ مند ثابت ہوا بلکہ پوری امتِ مسلمہ نے آپؒ کے تجدیدی کارنامے سے استفادہ کی۔ قرآنیات، حدیث، تاریخ، تصوف اور سیاسیات کے ساتھ ساتھ فلسفہ و حکمت اور علمِ کلام کے حوالے سے بھی شاہ ولی اللہؒ نے اپنے افکار کو اپنی کتب میں محفوظ کیا ہے۔ یونانی حکما اور مسلم فلاسفہ کے طے شُدہ کئی اصول و قوانین کی وجہ سے اہلِ عقل کو حقیقت تک رسائی میں ناکامی رہی ہے یا وہ منزل تک پہنچنے کے بجائے راستے میں ٹھہر کر اسی کو ہی منزل سمجھ بیٹھے۔ شاہ ولی اللہؒ نے حکما و فلاسفہ کے افکار و نظریات کا عمیق جائزہ لے کر ان کی اغلاط اور فکری کج روی کو ان پر واضح کیا ہے۔ 'البدور البازغہ' میں آپؒ نے یونانی فلاسفہ کے افکار میں موجود جھول اور تضادات کی نشاندہی کرنے کے بعد دینِ اسلام کی اظہر من الشّمس

تعلیمات کو انہی کی زبان اور انداز میں ان کے سامنے پیش کیا ہے۔ آپؒ نے دین اسلام کی تعلیمات کے بالاستیعاب مطالعہ کے بعد اپنی فکر کو علما کے سامنے 'حجۃ اللہ البالغۃ' کی صورت میں پیش کیا ہے، اسی طرح 'البدور البازغۃ' کے ذریعے اپنے افکار کو فلاسفہ و حکما کے سامنے مرتب شکل میں پیش کیا ہے۔ عربی زبان میں لکھی گئی 'البدور البازغۃ' ولی اللہی فکر و فلسفہ کو عقلی انداز میں سمجھنے کے حوالے سے بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کے علمی مقام و حیثیت کے سبب اردو اور انگریزی زبان میں تراجم ہو چکے ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ کے فکر و فلسفہ سے دلچسپی رکھنے والے علما کے ہاں اس کتاب کو ہمیشہ سے بنیادی اہمیت حاصل رہی ہے لیکن سیاسی زوال کے بعد فلسفے و حکمت میں مسلمانوں کی عمومی عدمِ دلچسپی کے سبب کتاب کو زیر بحث نہیں لایا جاتا رہا ہے۔ کتاب کے مندرجات اس بات کے متقاضی ہیں کہ ان کو سامنے لایا جائے اور مسلمانوں کے اجتماعی زوال سے نکلنے کا سامان کیا جائے۔

'البدور البازغۃ' ایک مقدمہ اور تین مقالہ جات پر مشتمل ہے۔ مقدّمہ میں آپؒ نے تین فصول قائم کی ہیں۔ ہر ایک فصل میں حکما کے افکار میں موجود ایک بنیادی غلطی کی نشاندہی کر کے اس کو درست انداز میں بیان کیا ہے۔ اس کے بعد پہلے مقالہ میں انسان کی حقیقت اور صورتِ نوعیہ کو بیان کر کے اس کے نوعی تقاضوں کی بنیاد پر ارتفاقات کو پیش کیا۔ انسان کے نوعی تقاضے دنیوی معاملات میں ترقی اور پُرامن معاشرہ بنانے کے متقاضی ہیں۔ ارتفاقاتِ اربعہ کو شاہ ولی اللہؒ انسان کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں۔ حضرت آدمؑ سے قیامت تک کی انسانیت ایک تسلسل کے ساتھ ترقی کے عمل سے گزر رہی ہے۔ انبیا علیہم السلام نے آخرت کی ترقی اور راہنمائی کے ساتھ ساتھ ارتفاقات کے نظام کو بہتر بنانے کے لیے انسانوں کو خدائی تعلیمات سے آگاہ کیا۔ مقالہ ہذا میں تئیس (۲۳) فصول کے ذیل میں انسانی نوعی تقاضوں کی تکمیل میں اسلامی تعلیمات کا فلسفہ بیان کیا ہے۔ یاد رہے کہ ارتفاقاتِ اربعہ کو سب سے زیادہ مفصل انداز میں شاہ ولی اللہؒ نے اسی کتاب میں بیان کیا ہے۔ دوسرا مقالہ انسان کے روحانی تقاضوں کے ذیل میں معرفتِ الٰہی کی بابت ہے۔ اس میں ذات و صفاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں فلاسفہ و حکما کے غلط تصورات کے مقابلے پر دینِ اسلام کے اعلیٰ عقائد کو خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ توحید کے مقابلے پر شرک کی حقیقت اور عقلی انداز سے اس کی مذمت کو ثابت کیا ہے۔ ایمان بالقدر کو عقلی انداز میں واضح کیا ہے۔ انسانی روح کی ترقی میں درجۂ احسان کے اہم کردار اور اس کے مقابلے میں فطرتِ انسانی کے معرفتِ الٰہی تک پہنچنے میں حائل حجاباتِ ثلاثہ کو ذکر کیا ہے۔ اسی مقالہ کے آخر میں اسباب و مسببات پر مبنی دنیا کے نظام کو اہلِ معرفت اور اہلِ سائنس کے تناظر میں میانہ روی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ انسان کے نوعی اور روحانی تقاضوں پر بحث کے بعد تیسرے مقالہ کے تحت اجتماعِ انسانی میں ملتوں اور شرائع کے حقیقت پر بحث کی ہے۔ آپؒ نے تاریخِ انسانی کے مطالعہ کے تناظر میں ملتوں کے وجود میں آنے کے طریقہ کار کو بیان کیا ہے۔ انسان اپنے اجتماع کے ذریعے زندگی بسر کرتا ہے۔ انفرادی

طور پر زندہ رہ کر انسان اپنے نوعی و روحانی تقاضوں کی تکمیل نہیں کر سکتا۔ حضرات انبیا علیھم السلام اپنے اپنے دور میں تشریف لا کر اپنی ملت کو ایک قانون یعنی شریعت کا پابند بناتے رہے ہیں۔ ہر دور کی شریعت اس وقت کے اجتماعی، معاشی، سیاسی، جغرافیائی اور تمدّنی اثرات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے نازل ہوتی تھی۔ رسولوں کے ذریعے ملتوں کا وجود ہوا۔ چناں چہ ملت حنیفیت، ملت موسوی اور ملت محمدیہ ﷺ پر آپؒ نے بالتفصیل روشنی ڈالی ہے۔ مقالہ ہٰذا کے ذیل میں شاہ ولی اللہؒ نے نظامِ نبوت اور مقاصدِ بعثتِ نبوت کو بیان کیا ہے نیز شریعت محمدیہ ﷺ کے مقاصدِ بعثت کو بھی ذکر کیا ہے۔

۳۔ انسانوں کی فلاح و اصلاح اور نبوت کی ضرورت و اہمیت:

قرآنِ حکیم میں انسانیت کی کامیابی اور راہنمائی کے لیے انبیا علیھم السلام کے سلسلہ کو ضروری قرار دے کر اس کی کامل اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم کی متعدّد آیات میں انبیاء کرامؑ کی بعثت، اس کے مقصد اور ان کی تعلیمات کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے۔ قرآنی تعلیمات اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں زیادہ بہتر انداز میں جائزہ لیا جا سکتا ہے کہ انبیائے کرامؑ کو دنیا میں کیوں بھیجا گیا، وہ دنیا میں آکر کیا ذمہ داریاں ادا کرتے رہے اور نبوت کی ضرورت کیا تھی؟ نبوت سے وابستہ مقاصد و فرائض کی وضاحت کے لیے مصادرِ شریعتِ اسلامیہ میں جو راہنمائی میسر آئی اس کی روشنی میں درج ذیل نمایاں مقاصدِ بعثتِ نبوت سامنے آتے ہیں:

1) غلبۂ دین:

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے مقصد کو بیان کی ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے:

هُوَ الَّذِی اَرْسَلَ رَسُوْلَه بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَه عَلَی الدِّیْنِ كُلِّه وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ [1]

"وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول راہ کی سوجھ دے کر اور سچا دین کہ اس کو اوپر کرے سب دینوں سے اور پڑے برا مانیں شرک کرنے والے"

قرآن حکیم میں یہ مضمون دو مختلف جگہوں پر بیان ہوا ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کو دنیا میں مبعوث کرنے کا مقصد بیان کیا کہ آپ ﷺ کو ہدایت و سچا دین دے کر اس لیے مبعوث کیا تاکہ دیگر تمام ادیانِ باطلہ پر اس دین کو غالب کر سکیں۔ اس آیت کی تفصیل میں مولانا عبید اللہ سندھیؒ رقم طراز ہیں:

"قرآن کے اس دین حق کو تمام ادیان پر غالب کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی تھیں۔ ایک صورت تو یہ تھی کہ تعلیم و تربیت اور وعظ و ارشاد کے ذریعہ یہ دین تمام ادیان پر غالب آجاتا۔ اگر یہ چیز اس طرح ممکن ہوتی تو جنگ و جدل اور

---

[1] سورۃ الصف ۶۱: ۹

جہاد کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ اور تمام قومیں خوشی سے اس دین حق کو قبول کر لیتیں۔ لیکن اوپر کی آیت کے آخری حصہ میں 'ولو کرہ المشرکون' کا جملہ بھی ہے۔ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ مشرکوں کو یہ ناپسند ہے کہ وہ اس دینِ حق کا غلبہ دیکھیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان کی یہ ناپسندیدگی اور کراہت اس دین حق کی راہ میں ضرور حائل ہوگی۔ اس لیے ایک ایسی مرکزی طاقت کی لامحالہ ضرورت پڑے گی جس کے زور سے اس دین کو غالب کیا جائے۔"[2]

2) تعلیم کتاب، تزکیہ اور تعلیم حکمت:

سورہ جمعہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی ذمہ داریوں کو بیان کیا ہے۔ ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔[3]

"وہی ہے جس نے اٹھایا ان پڑھوں میں ایک رسول انہی میں کا پڑھ کر سناتا ہے ان کو اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا ہے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور عقل مندی"

قرآن حکیم میں آنحضور ﷺ کی ان ذمہ داریوں سے متعلق چار مواقع پر بیان کیا گیا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے ذمے چار بنیادی کام لگائے گئے ہیں جو ایک ترتیب سے سرانجام دیے جاتے ہیں۔ پہلا کام تلاوت قرآن، دوسرا تزکیہ نفس، تیسرا تعلیم کتاب اور چوتھا کام تعلیم حکمت ہے۔ ان چاروں اُمور کا مجموعہ ہی دراصل نبی اکرم ﷺ کا مکمل اسوہ حسنہ ہے۔ علماء اسلام نے آیتِ بالا سے استدلال کرتے ہوئے دینِ اسلام کی جامعیت کو بیان کیا ہے کہ اسلام زندگی کے تمام امور میں راہنمائی کرتے ہوئے عملی میدان میں کردار ادا کرنے کے لیے مسلمان جماعت کو تیار کرتا ہے۔ قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں:

"اس آیت میں تلاوت آیات کا ذکر فرما کر اس کی معنویت کے تین مقام ذکر فرمائے گیے ہیں جس سے امت کی اصلاحی سکیم کے تین بنیادی اصول پیدا ہوتے ہیں۔ اول 'مسئلہ تعلیم' جس کے معنی تمام احکام کو پیش کر دینے اور سکھلا دینے کے ہیں کہ جس پر امت کے علم و فکر کی تکمیل اور ترقی موقوف ہے۔ دوسرے 'مسئلہ تزکیہ' یا تہذیب الاخلاق جس کے معنی دلوں کی کلیں درست کر دینے کے ہیں کہ ایسی تمام باطنی کیفیات و مقامات کو سامنے لانا جس پر قلوب کی استقامت موقوف ہے۔ تیسرے 'مسئلہ تلقین حکمت' جس کے معنی ایک تفسیر کے مطابق شارع علیہ الصلوۃ والسلام کی مجموعی زندگی 'اسوہ حسنہ' امت کے سامنے لے آنے کے ہیں جس کے مجموعہ پر امت کی زندگی کی

---

[2] سندھیؒ، مولانا عبید اللہ، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ (سندھ ساگر اکادمی، لاہور، ۲۰۰۲ء)، ص: ۱۵۳

[3] سورۃ الجمعۃ ۶۲: ۲

تنظیم موقوف ہے۔ پس قرآن کے اصلاحی پروگرام کے تین بنیادی اصول ہو گئے۔ تعلیم کتاب، تہذیب اخلاق، تنظیم اعمال۔"[4]

گویا کہ نبی اکرم ﷺ کو بطورِ خصوصی یہ ذمہ داری دی گئی کہ آپ ﷺ کتاب کی تلاوت کے ذریعے امت کے سامنے زندگی گزارنے کے اصول و ضابطے پیش کریں اور ان کی تعلیم دیں۔ اس کو اصطلاحاً 'شریعت' کہا جاتا ہے۔ دوسرے درجے میں ان تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے لئے نفسانی خواہشات کے مقابلے پر اخلاقِ حسنہ کو اختیار کرنا تاکہ انسان الہامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ پیدا کر سکے۔ اس عمل کو 'طریقت' سے تعبیر کیا جاتا ہے جس میں انسانی نفس کی بیماریوں کا علاج کر کے اس کو انسانیت کی خدمت کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ پھر جب شریعت کی روشنی میں اور نفسانی خواہشات کو دبا کر انسان اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی کو درست کرنے کی کوشش شروع کرتا ہے اور بیرونی عوامل اور معاشرتی مسائل اس کو گھیر لیتے ہیں جس کے نتیجے میں راستہ مشکل بن جاتا ہے۔ تعلیم حکمت کے ذریعے امت کو یہ سکھلایا گیا کہ وہ اجتماعی ماحول اور بیرونی عوامل سے کس طور پر نبرد آزما ہو سکتا ہے۔ اصطلاحاً اس کو 'نبوی سیاست' کہتے ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کو شریعت، طریقت اور سیاست کی ذمہ داری دی گئی اور آپ ﷺ نے امت کو ان امور میں جامعیت کے ساتھ راہنمائی فرمائی۔

3) عبادتِ الٰہی اور اجتنابِ طاغوت:

تاریخِ انسانی کے ذیل میں اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاو رُسل کے کردار کو واضح کیا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔[5]

"اور ہم نے اٹھائے ہیں ہر امت میں رسول کہ بندگی کرو اللہ کی اور بچو سرکشوں سے"

اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایت کا سلسلہ پوری انسانیت کے لیے جاری فرمایا۔ ہر ایک امت میں انبیاء و رُسُل مبعوث کیے گئے اور ان کے ذمے دو کام تھے۔ پہلی ذمہ داری انسانوں کو اللہ کی عبادت کی طرف راغب کرنا اور دوسری ذمہ داری طاغوت و سرکش طاقتوں سے اجتناب کی دعوت تھا۔ دراصل انسانی معاشروں میں شیطانی اثرات کے حامل افراد طاقت اور غلبہ حاصل کر کے انسانیت سے اپنے ذاتی مفادات حاصل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور وہ خدائی کے

---

4 قاسمی، محمد طیبؒ، قاری، جامع تصور حیات، (طیب دار الکتب، لاہور، ۲۰۰۷ء)، ص: ۵-۸

5 سورۃ النحل ۱۶: ۳۶

دعوے دار ہو جاتے ہیں۔[6] اس کے نتیجے میں مجبور اور پسماندہ عوام کی اکثریت ظالم طبقات کے مفادات کو پورا کرنے میں مصروف رہتی ہے اور اللہ رب العزت سے تعلق کمزور ہو جاتا ہے۔ مادی وسائل کی اہمیت معاشرے میں جگہ پکڑ لیتی ہے اور مجموعی طور پر معاشرہ فرسودگی کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسے عالم میں خدائی غیرت کو جوش آتا ہے انسانوں کی بھلائی کے لیے نبی مبعوث ہوتا ہے جو انسانوں کو اللہ کی عبادت و بندگی اور اسی کے قانون پر عمل کی طرف دعوت دیتا ہے۔ لیکن سرکش اور ظالم طبقات ہر نبیؑ کی مخالفت کرتے ہیں، ان کو ایذا دیتے ہیں، راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں حتّٰی کہ عام لوگوں کو نبیؑ کی مخالفت پر اکساتے ہیں۔ ایسی صورتحال میں نبیؑ کی دعوت الی اللہ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک ظالم اور سرکش طاقتوں کے خلاف جدوجہد نہ کی جائے۔ آیتِ مذکورہ میں انبیاءؑ کی جدوجہد کے انہی دو پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰؑ نے وقت کی سرکش طاقت فرعون سے اجتناب خود بھی اختیار کیا اور اپنی قوم بنی اسرائیل کو بھی اس سے بچایا۔ اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے عرب کے سرکش ابو جہل، عتبہ، شیبہ اور بین الاقوامی ظالم قیصر و کسریٰ کے شر سے انسانیت کو بچایا۔

4) اقامتِ عدل:

سورہ حدید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء کے نُزول کے مقصد کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔ فرمایا گیا کہ:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُـــمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْــزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۔[7]

”ہم نے بھیجے ہیں اپنے رسول نشانیاں دے کر اور اتاری ان کے ساتھ کتاب اور ترازو تاکہ لوگ سیدھے رہیں انصاف پر“

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انبیاء کرامؑ کو مبعوث کیا اور ان کے ساتھ حق کی واضح نشانیاں، کتاب اور میزان دے کر اتارا تاکہ اپنی مخاطب انسانیت کو عدل و انصاف پر قائم کر سکیں۔ اقامت عدل انبیائے کرامؑ کی اہم ذمہ داری ہے۔ عدل و انصاف اخلاقِ حسنہ کی بنیاد ہے۔ اسی کے ذریعے مفادِ عامہ کی سیاست کی جاتی ہے۔ تمام سیاسی اور معاشرتی معاملات کی اصل روح رواں یہ خُلق ہے۔ ادب، کفایت، حریت، سیاستِ مدینہ اور حُسنِ معاشرت وغیرہ سب 'عدل' کے شعبے ہیں۔[8] حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کے انبیاء کرامؑ بھی اپنی قوم میں اسی مقصد کے

---

6 سورۃ النازعات ۷۹: ۲۴

7 سورۃ الحدید ۵۷: ۲۵

8 دہلوی، شاہ ولی اللہؒ، ھمعات (شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدر آباد، س ن)، ہمعہ نمبر ۱۷، ص: ۹۳۔ ۹۴

لئے مبعوث ہوئے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

کانت بنواسرائیل تسوسهم الانبياء، كلما هلك نبی خلفه نبی وانه لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون[9]

"بنی اسرائیل کے انبیاء ان کی سیاست کیا کرتے تھے۔ جب بھی ان کا کوئی نبی ہلاک ہو جاتا تو دوسرا ان کی جگہ لے لیتا، لیکن یاد رکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ ہاں میرے بعد میرے نائب ہوں گے اور وہ بہت کثرت سے ہوں گے۔"

بنی اسرائیل کے انبیاءؑ کی جدوجہد کا تعارف کرواتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنی قوم کے سیاسی امور کو سرانجام دیا کرتے تھے۔ اقامتِ عدل نبوی سیاست کا اہم مقصد ہے۔ وہ اپنے اپنے معاشرے میں ظالم اور سرکش لوگوں کے قائم کردہ ظلم و ستم کے ماحول اور سیاسی نظام کو توڑتے اور اس کی جگہ عدل وانصاف کا حامل نظام قائم کرکے اللہ کے بندوں کو عدل کے مطابق زندگی گزارنے کی تربیت فراہم کرتے تھے۔ حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے عظیم المرتبت کارنامے ان پُرسعادت روایات کی اہم مثالیں ہیں۔

5) ظالم طبقات پر اتمام حجت:

نظامِ نبوت اور انسانی بستیوں کی غارت گری کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا ہے:

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِي اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا۔[10]

"اور تیرا رب نہیں غارت کرنے والا بستیوں کو جب تک نہ بھیج لے ان کی بڑی بستی میں کسی کو پیغام دے کر جو سنائے ان کو ہماری باتیں"

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۔[11]

"اور ہم نہیں ڈالتے بلا جب تک نہ بھیجیں کوئی رسول"

انبیائے کرامؑ کی زندگی مقصدیت کی حامل ہوتی ہے۔ جب قوم ظلم و ستم میں مبتلا ہو کر اللہ کو بھول جاتی ہے اور

---

9 البخاریؒ، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب ماذکر عن بنی اسرائیل (مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۲۰۱۸ء)، حدیث: ۳۴۵۵

10 سورۃ القصص ۲۸:۵۹

11 سورۃ الاسراء ۱۷:۱۵

انسانیت پسماندگی کا شکار ہو جاتی ہے تو اللہ اس قوم کو ان کے ظلم و ستم کی وجہ سے براہِ راست تباہ نہیں کرتا بلکہ نظامِ قدرت میں اسباب کا پورا طریقۂ کار اختیار کیا جاتا ہے۔ اس قوم کو اپنے فرسودہ افکار، غلط اعمال اور برے رویّوں پر متنبہ کرنے کے لیے نبی مبعوث ہوتا ہے۔ وہ ایک 'نذیر' ہوتا ہے جو ظالموں کو ان کے اعمال کی بدولت برے نتائج اور عذابِ الٰہی سے ڈراتا ہے۔ جو لوگ نبی کی دعوت پر لبیک کہہ کر اس کی اتباع کرتے ہیں ان کے لئے نبی 'بشیر' ہو جاتا ہے۔ جو لوگ اپنے برے اعمال سے باز نہیں آتے ان کو عذابِ الٰہی آپکڑتا ہے۔ انسانی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ کسی بھی قوم پر عذاب کسی ڈرانے اور سمجھانے والی شخصیت کے بغیر نہیں آیا ہے۔ گویا انبیاء کرامؑ دنیا میں ظالم اور بد کردار لوگوں کے لیے اتمامِ حجت کے طور پر بھی بھیجے جاتے ہیں۔

۴۔ شاہ ولی اللہؒ کے نظریۂ مقاصدِ بعثتِ نبوت کے امتیازات:

شاہ ولی اللہؒ نے انبیاء کرامؑ کی اجتماعی تعلیمات اور خصوصاً حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حیاتِ طیّبہ کا بالاستیعاب مطالعہ کر کے نظامِ نبوت اور مقاصدِ نبوت پر بالتفصیل گفتگو کی ہے۔ حضرات انبیاء کرامؑ انسانوں میں اعلیٰ ترین درجات پر فائز ہیں، یہ اولوالعزم ہستیاں الوہی تعلیمات کو انسانوں تک نہ صرف پہنچانے بلکہ اس کا عملی نظام قائم کر کے دکھلانے کے ذمہ دار ہیں۔ انبیاء کرامؑ کی زندگی جامعیت کی حامل ہوتی ہے جو انسانوں کو ان کی زندگی کے تمام گوشوں کے حوالے سے راہنمائی دیتی ہے۔ ہر قوم اور نسل کی طرف اللہ کی طرف سے انبیا و صُلحا مبعوث ہوئے۔ انبیاء کرامؑ کی الوہی تعلیمات کی طرف نسبت اور اللہ کے فرستادہ ہونے کے ساتھ ساتھ چونکہ وہ انسانوں کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور انہی کے لیے عملی نظام قائم کرنے کی جدوجہد کرتے تھے لہٰذا شاہ ولی اللہؒ کے نظریۂ مقاصدِ بعثتِ نبوت میں انبیا کی جامعیت کا تصور نمایاں ہے۔ مولانا سندھیؒ تحریر کرتے ہیں:

"شاہ صاحبؒ کے نزدیک انبیا علیہم السلام کی تعلیمات نے جس طرح انسان کی باطنی استعدادوں کے تزکیے اور ان کی اصلاح کے بعد اسے اس قابل بنایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت کا اہل ہو سکے، اسی طرح انہوں نے تہذیبِ جوارح اور ارتفاقات کی درستگی کا فرض بھی ادا کیا۔"[12]

شاہ ولی اللہؒ نے نظریۂ مقاصدِ بعثتِ نبوت کی وضاحت میں جو نکات واضح کیے ہیں ان کا تعارف ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

1) کامل زندگی کی تہذیب:

انسان دنیا میں امتحان کے لیے بھیجا گیا ہے۔ اس کی اصل منزل آخرت ہے۔ گویا کہ دنیا و آخرت دونوں کا مجموعہ

12 آزاد، عبدالخالق، مفتی، مرتب، شعور و آگہی، عنوانِ مقالہ: "ولی اللہی نظریۂ نبوت، انسانی اجتماعیت اور اقتصادیات" (رحیمیہ مطبوعات، لاہور، ۲۰۱۹ء)، ص: ۳۳۵

انسان کی کامل زندگی ہے۔ اب وہ تعلیم زیادہ اچھی اور بہتر ہو گی جو دونوں دائروں میں بہتری کی طرف راہنمائی دے۔ قرآن حکیم نے بھی مسلمانوں کو جو دعا سکھلائی ہے وہ جامعیت کی حامل ہے۔

"رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ "[13]

"اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی اور بچا ہم کو عذاب دوزخ سے"

انبیائے کرامؑ کی تعلیم کا مقصد انسانوں کے دونوں جہانوں کی بہتری اور تہذیب ہے۔ دنیوی زندگی میں عدل و انصاف، امن وامان، بھائی چارے اور مساوات کے حامل معاشرہ کا مل جانا اور اعلیٰ اخلاق واقدار کا اپنے اندر پیدا کر لینا یقیناً انسانوں کے لیے بہت بڑی کامیابی ہے۔ مزید براں آخرت میں برزخ کے مراحل سے بآسانی گزر جانا، عالمِ حشر میں نامۂ اعمال کا دائیں ہاتھ میں مل جانا اور پھر جنت میں رہ کر دیدارِ الٰہی سے مستفید ہونا حقیقی اور دائمی کامیابی کی علامت ہے۔ انبیاؑ کی جدوجہد اسی جامعیت کی حامل ہوتی ہے اور وہ حسنة فی الدنیا اور حسنة فی الاخرة کی راہنمائی دیتی ہے۔ شاہ ولی اللہؒ نے انبیا کرامؑ کے اس جامع کردار کے حوالے سے کچھ یوں بیان کیا ہے:

"جان لو کہ انبیا کرامؑ کی بعثت اولاً عبادات اور عبادت کی وجوہ اور طریقوں کی تعلیم کے لیے ہوا کرتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ چیز بھی مقصود ہوا کرتی ہے کہ فاسد اور خراب رسوم کی بیخ کنی بھی کر دی جائے اور ارتفاقات یعنی اجتماعی تدابیر نافعۂ معاشرت کے لیے لوگوں کو آمادہ کیا جائے۔"[14]

انبیا کرامؑ کی بعثت کا مقصدِ اول تو انسانوں کو اللہ کی کامل عبودیت میں لے کر آنا ہے لیکن اس راستے میں جو حجابات اور فاسد رسومات حائل ہوتی ہیں ان کی بیخ کنی کرنا انبیا کرامؑ کی بعثت کے مقاصد میں شامل ہو جاتا ہے کیوں کہ اس کے بغیر ان کا مقصدِ اول مکمل نہیں ہو سکتا۔ آگے چل کر مزید واضح الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"انبیا کرامؑ مامور تھے کہ تدابیر نافعہ معاشرت میں اعتدال اور میانہ روی پیدا کریں۔ رسوم وتدابیر کو اس درجہ تک نہ پہنچنے دیں جس درجہ تک عیش وآرام اور خوشحالی سے مخمور لوگ پہنچ جایا کرتے ہیں، جیسے کہ شاہانِ عجم پہنچ گئے تھے اور اس درجہ پست بھی نہ کر دیا جائے کہ لوگ پہاڑوں کی چوٹیوں پر بسنے والے وحشیوں کے درجہ تک پہنچ جائیں۔"[15]

13 سورۃ البقرۃ ۲:۲۰۱

14 دہلوی، شاہ ولی اللہؒ، حجۃ اللہ البالغۃ، مبحث السابع، باب الارتفاقات واصلاح الرسوم (مکتبہ علمیہ، بیروت، ۲۰۱۰ء)، ۱/ ۲۹۸-۲۹۹

15 م،ن

2) طاغوت کا مقابلہ:

قرآنِ حکیم نے اپنی تعلیم کو سمجھانے اور آسان بنانے کے لیے جن انبیا کرامؑ کی مثالیں پیش کی ہیں ان کی مجموعی تاریخ اس بات کو واضح کرتی ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی مخالفت قوم کے ملاء اور مترف یعنی ظالم و سرکش سردار نے کی۔[16] انبیا کرامؑ کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کی گئیں اور ان کو اپنی جدوجہد سے روکا گیا لیکن ہر ایک نبیؑ نے ان کی مخالفتوں کا مقابلہ کیا اور انسانیت کو ان کے فرسودہ ماحول اور ظلم و ستم سے نکال کر اللہ وحدہ لاشریک کی عبودیت میں لے کر آئے۔ حضرت موسیٰؑ کا واقعہ قرآن حکیم میں سب سے زیادہ مرتبہ بیان کیا گیا ہے۔ آپؑ نے وقت کے ظالم حکمران فرعون کا مقابلہ کیا بلکہ آپؑ کو اللہ کی طرف سے حکم دیا گیا کہ فرعون کی طرف جا کر قومِ بنی اسرائیل کو آزاد کرواؤ۔[17] حضرت موسیٰؑ فرعون کے پاس پہنچے اور بنی اسرائیل کو اس کی غلامی سے آزاد کروایا اور ملّتِ حنیفیہ کو دوبارہ سے اپنی اصل پر قائم کیا۔[18] اسی طرح حضرت ابراہیمؑ نے نمرود کا مقابلہ کیا،[19] حضرت داؤدؑ نے جالوت کا مقابلہ کیا،[20] حضرت لوطؑ و ھودؑ نے اپنی قوم کے ظالم و سرکش راہنماؤں سے مقابلہ کرکے اپنی قوم کو ان سے آزاد کروایا۔

شاہ ولی اللہؒ آنحضرت ﷺ کی بعثت مبارکہ پر بحث کرتے ہوئے یہ واضح کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دور میں نہ صرف قریشِ مکہ کے رؤسا بلکہ قیصر و کسریٰ کے شہنشاہان نے عیش و عشرت کے نِت نئے سامان تیار کیے ہوئے تھے۔ انسانیت کو اپنی عیاشی کے لئے دن رات محنت کرواتے۔ ان کو غلام بنا کر رکھتے اور ان کو اخلاقی و روحانی ضروریات کی تکمیل کے لئے بالکل وقت نہ دیتے۔ چنانچہ پوری دنیا ظلم و ستم سے بھری ہوئی تھی۔ اہلِ اقتدار اپنی عیاشی میں مبتلا تھے تو عام لوگ گدھوں اور بیلوں کی طرح اپنے کام کاج میں مصروف تھے۔ اللہ کے احکام کی پیروی ناپید ہو چکی تھی۔ ایسی صورت حال میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت کا ایک بڑا مقصد بین الاقوامی سطح پر قیصر و کسریٰ کی بادشاہتوں کا خاتمہ کرکے انسانیت کو ان کے ظلم سے بچانا تھا۔ آپؒ تحریر کرتے ہیں:

"غرض جب دنیا میں یہ عظیم ترین مصیبت عام ہو گئی اور یہ مہلک و خطرناک مرض نہایت سخت ہو گیا۔ روم و عجم کے تمدن غیر صالحہ نے دنیا کی کمر توڑ دی تو ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ مقربین کی ناراضگی ظاہر ہوئی۔ اس پر

16 سورۃ السبا ۳۴: ۳۴؛ سورۃ الزخرف ۴۳: ۲۳

17 سورۃ الشوریٰ ۴۲: ۱۷

18 دہلوی، شاہ ولی اللہؒ، البدور البازغۃ، المقالۃ الثالثۃ و فصل الثالث (شاہ ولی اللہؒ اکیڈمی، حیدرآباد، ۱۹۷۰ء)، ص: ۲۵۲

19 سورۃ الممتحنۃ ۶۰: ۴

20 سورۃ البقرۃ ۲: ۲۵۱

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اسی میں تھی کہ اس مہلک مرض کا علاج کیا جائے اور مرض کا کامل طور پر قلع و قمع کر دیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبی اُمّی حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا۔۔۔ اور یہ شکل اس طرح وقوع پذیر ہوئی کہ کسریٰ ہلاک ہوگیا۔ اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں۔ اور قیصر بھی ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد کوئی قیصر نہیں۔"[21]

3) اخلاقِ اربعہ کی دعوت:

انبیا کرامؑ انسانوں کو سفلی جذبات اور بہیمی رویوں سے نکال کر اعلیٰ اخلاق کی طرف بلاتے ہیں۔ انسانوں کی تربیت اور تزکیہ کرکے نفسانی خواہشات پر کنٹرول کرنا سکھاتے ہیں۔ انبیا کرامؑ کی دعوت کے نتیجہ میں جو معاشرہ قائم ہوتا ہے وہ اخلاقِ کریمانہ سے متصف ہوتا ہے۔ قرآن حکیم نے بھی نبی اکرم ﷺ کی نمایاں خصوصیت اعلی اخلاق کے مرتبے پر فائز ہونا ذکر کی ہے۔[22] نبی اکرم ﷺ نے خود اپنی ذات کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ میری بعثت کا مقصد اچھے اخلاق کی تکمیل کرنا ہے۔[23] چنانچہ شاہ ولی اللہؒ نے انبیا کرامؑ کی بعثتِ نبوت کے مقاصد میں اعلیٰ اخلاق کی طرف دعوت قرار دیا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ تحریر کرتے ہیں:

فھمنی انه انما بعث الانبیاء للدعوة الیها، والحث علیها، وان الشرائع تفصیل لها، وراجعة الیها[24]

"اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بات بھی سمجھائی ہے کہ انبیاؑ کی بعثت انہی چار اخلاق کی دعوت دینے اور ان پر ابھارنے کے لیے ہوتی ہے۔ اور ان پر نازل ہونے والی شریعتیں انہیں چار اخلاق کی تفصیلات ہیں اور وہی ان شریعتوں کا محور و مرکز ہیں۔"

اخلاقِ اربعہ میں آپؒ نے طہارت (ظاہری و باطنی پاکیزگی)، اِخبات (خدائے عزوجل کے حضور سر بسجود ہونا)، سماحت (فیاضی) اور عدالت (امورِ معاش میں ملکہ عدل کا پیدا ہو جانا) کو بیان کیا ہے۔[25]

4) بعثتِ نبوتِ محمدی ﷺ کے مقاصد:

آنحضور ﷺ نبی آخر الزمان ہیں۔[26] آپ ﷺ پر نبوت کی تکمیل ہو گئی اور خدائی ہدایت و راہنمائی کا کامل ترین

---

21 شاہ ولی اللہؒ، حجۃ اللہ البالغۃ، باب الارتفاقات واصلاح الرسوم، ۱/ ۳۰۵-۳۰۶

22 سورۃ القلم ۶۸: ۴

23 البیہقیؒ، احمد بن حسین، ابو بکر، سُنن کُبریٰ، بـــا ب بیان مکارم الاخلاق ومعالیها التی من کان متخلقاً بها (دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۸ھ)، حدیث: ۱۹۰۹۶

24 شاہ ولی اللہؒ، حجۃ اللہ البالغۃ، ۱/ ۱۶۰

25 شاہ ولی اللہؒ، ھمعات، ص: ۱۴۵-۱۵۲

26 سورۃ الاحزاب ۳۳: ۴۰

نمونہ انسانیت کو دے دیا گیا۔[27] سابقہ تمام انبیا کرامؑ کی تعلیمات کا نچوڑ قرآنی تعلیمات میں جمع کر دیا گیا۔[28] آپ ﷺ کی نبوت دیگر تمام انبیاؑ کی نبوت کی جامع ہے۔ شاہ ولی اللہؒ نے نبی آخر الزمان کی نبوت کے مقاصد کو بالتفصیل ذکر کرکے ان کی نبوت کی جامعیت کو بیان کیا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ نے بعثتِ نبوی ﷺ کے سات مقاصد بیان کیے ہیں:

ارتفاقِ ثانی کی اصلاح: خانگی و معاشرتی زندگی میں بہت سارے امور فرسودگی کا شکار ہو چکے تھے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کو ان امور کی تہذیب واصلاح کی ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ امور جن کے ذریعے سے یہ ابتدائی اجتماعی زندگی خرابی کا شکار ہو سکتی تھی ان کو باطل قرار دے دیا۔ اس کے مقابلے میں ملت حنیفیہ کے وہ اہم امور جن سے ارتفاقِ ثانی مضبوط ہوتا ہے ان کی پابندی کو واجب قرار دے دیا۔ اسی طرح سے جھگڑا اور فساد کے باعث تمام امور سے منع فرمادیا۔ آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ میں کثرت سے ان امور کا ذکر ملتا ہے۔[29]

اصلاحِ رُسوم: ہر ایک معاشرہ اور اجتماعیت چند رُسوم کی پابند ہوتی ہے۔ ان رسوم پر عمل درآمد کرنا اس معاشرے کی پہچان ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے رسوم کو اس صورت میں تبدیل کیا کہ وہ اللہ کی طرف توجہ مبذول کروانے کا ذریعہ بنیں۔ اسی طرح معاشرتی رسوم کو تنگی سے نکال کر آسانی پیدا کی اور عام انسانیت کے لیے نفع بخش بنایا۔[30] ایک اور مقام پر آپؒ ذکر فرماتے ہیں:

فانما يجيء النبيّ يتامّل جيما عندهم من الاعتقاد والعمل، فما كان منها موافقاً لتهذيب النّفس يثبته لهم، ويرشدهم اليه- وما كان يخالف تهذيب النّفس، فانه ينهاهم عنه-[31]

"جب نبیؑ کسی قوم کی طرف آتے ہیں تو ان کے اعتقادات اور اعمال میں فطری طور پر جو کچھ ہوتا ہے، اس پر غور و فکر کرتے ہیں۔ پس ان میں سے جو ان کے نفس کی تہذیب کے مطابق ہوتا ہے اسے ان کے لیے باقی رکھتے ہیں اور انہیں اس کے کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اور جو تہذیبِ نفس کے خلاف عقائد واعمال ہوتے ہیں، ان سے انہیں روکتے ہیں۔"

ارتفاقِ ثالث کا قیام: انسانی معاشرے کا تیسرا درجہ قومی اور ملکی نظام کا قیام ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے دنیا میں

---

27 سورۃ المائدہ ۵: ۳

28 سورۃ الشوریٰ ۴۲: ۱۳

29 شاہ ولی اللہؒ، البدور البازغۃ، المقالۃ الثالثۃ: فصل فی بیان مقصد شرع رسول اللہ ﷺ، ص: ۲۶۵

30 م۔ن، ص: ۲۶۶

31 شاہ ولی اللہؒ، التفہیمات الٰہیہ (شاہ ولی اللہؒ اکیڈمی، حیدر آباد، س۔ن)، ص: ۹۲

تشریف لانے کا ایک مقصد عدل وانصاف پر مشتمل ایک قومی نظام کا قیام ہے جس کے نتیجے میں لوگوں کو فتنہ و فساد اور لڑائی جھگڑوں سے روکا جا سکے، ظالم و سرکش لوگوں کے لیے سزاؤں کا نظام ہو۔ مزید براں شعائر الٰہیہ اور دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے نشرواشاعت کا اہتمام کیا جائے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعے عوام کے لیے نصیحت کا بندوبست کیا جائے اور علوم وفنون کی ترقی کا انتظام ہو۔[32]

دینِ اسلام کو بین الاقوامی غلبہ دلانا: قرآنی آیت (ليظهره على الدين كلّه) کے ذیل میں شاہ ولی اللہؒ دینِ اسلام کے لیے ایسے بین الاقوامی غلبہ کے دعوے دار ہیں جس کے نتیجہ میں پوری دنیا میں صرف تین قسم کے لوگ موجود ہوں۔ پہلے وہ جو ظاہراً و باطناً اللہ کے احکام کو مانتے ہوں۔ دوسرے وہ ضعیف الایمان لوگ جو اسلامی غلبہ سے مغلوب ہو کر احکام کی نافرمانی نہ کرتے ہوں اور تیسری قسم ان کافروں کی ہے جو باوجود کفر کے، اسلام کے غلبہ کو تسلیم کر کے اس کے تابع ہو کر رہنا شروع کر دیں۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت نے دینِ اسلام کے اس بین الاقوامی غلبہ کو آسان بنایا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں جب کہ قیصر و کسریٰ ہلاک ہو گئے تو اسلام کو بین الاقوامی غلبہ حاصل ہو گیا۔[33]

حجاباتِ ثلاثہ کو توڑنا: انسانیت کو اللہ رب العزت کے ساتھ ملانے اور تسکین و طمانیت کو حاصل کرنے کے لیے راستے میں حائل حجاباتِ ثلاثہ[34] کو ختم کرنا بعثتِ نبوی ﷺ کا ایک مقصد ہے۔[35]

شیطانی آفات و اثرات سے بچانا: شیطان انسان کا دشمن ہے جو وساوس کے ذریعے اس کو راہِ راست سے ہٹاتا ہے۔ بعثتِ محمدی ﷺ کے مقاصد میں یہ بھی شامل تھا کہ انسانوں کو ان طریقوں سے بچایا جا سکے جن سے وہ شیطان کی پکڑ میں جا سکتے ہیں۔ اس کے مقابلے پر ملائکہ اور ربّانی الہامات کے حصول پر ترغیب دی گئی۔ اسی طرح شعائر اللہ کی تعظیم و تبلیغ، شرک، فسق و فجور اور نفاق کے اسباب اور لوازم کو مٹانے کے طریقوں سے بھی واقفیت دلوائی گئی۔[36]

قبر، محشر اور دوزخ کے عذاب سے بچانا: انسانی زندگی کا اگلا مرحلہ آخرت ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے انسانوں

---

32 شاہ ولی اللہؒ، البدور البازغۃ، ص: ۲۶۵

33 م۔ن، ص۲۶۶۔۲۶۸

34 انسان کو حق کی طرف متوجہ ہونے کے راستے میں تین خارجی حجابات ہیں: ا۔ حجابِ طبیعت ۲۔ حجابِ رسم ۳۔ حجاب سوءِ معرفت۔ ان کو توڑے بِنا انسان حق کی طرف کامل متوجہ نہیں ہو سکتا۔ (تفصیل کے لئے دیکھیئے: البدور البازغۃ، شاہ ولی اللہؒ، المقالۃ الثالثۃ: فصل فی بیان علم التشریع وقوانینہ، ص: ۲۵۷)

35 شاہ ولی اللہؒ، البدور البازغۃ، ص: ۲۶۸

36 شاہ ولی اللہؒ، البدور البازغۃ، ص: ۲۶۸

کو آخرت کے واقعات سے آگاہ کیا، ان کے اسباب سے مطلع کیا اور پھر بُرے نتائج سے بچنے کی تلقین کی۔[37]

۵۔ امام غزالیؒ، ابن خلدونؒ اور شاہ ولی اللہؒ کے نظریہٴ ہائے نبوت کا تقابل:

شاہ ولی اللہؒ نے نبوت اور نظامِ نبوت پر بحث کرتے ہوئے جس جامعیت کے ساتھ جملہ اُمور کا احاطہ کیا ہے اس کا ذکر دیگر مسلم حکما و فلاسفہ کے ہاں نہیں ملتا۔ شاہ ولی اللہؒ نے اپنی مشہور اور اہم کتب (حجۃ اللہ البالغہ، البدور البازغہ اور التفہیماتِ الٰہیہ) میں نبوت کو انسانی فطرت کا لازمی تقاضا قرار دیا ہے جو دنیا و آخرت دونوں جہانوں کے اُمور میں راہنمائی کا ذریعہ ہے۔ اقترابات و ارتفاقات میں موجود کجی کو دور کر کے ان میں کاملیت پیدا کرنا انبیا کرامؑ کی بعثت کا ایک مقصد ہے۔ اگرچہ دیگر مفکرینِ اسلام نے امورِ نبوت پر بحث کی ہے لیکن ان کی ہاں وہ جامعیت کا تصور مفقود ہے۔

امامِ غزالیؒ نے نبوت پر بحث کرتے ہوئے اس کی حقیقت کو عقل و ادراک سے ماوراء قرار دیا ہے۔ آپؒ کے دور میں چونکہ عُقلاء کا غلبہ تھا چنانچہ ان کا رد کرتے ہوئے آپؒ نے واضح فرمایا کہ نبوت کی حقیقت کو عقل اور ادراکات اس طرح نہیں سمجھ سکتے جس طرح ظاہری چیزوں کو محسوس کرتے ہیں۔ مثلاً جس طرح آنکھ سے کوئی شخص سُن نہیں سکتا اور زبان سے دیکھا نہیں جا سکتا اسی طرح نبوی امور اور حقائق کو عقل و ادراک احاطہ نہیں کر سکتے۔ آپؒ تحریر کرتے ہیں:

بل الایمان بالنبوة ان یقر باثبات طور وراء العقل تنفتح فیه عین یدرک بها مدرکات خاصة والعقل معزول عنها کعزل السمع عن ادراک الالوان۔[38]

"اور یہ تسلیم کریں کہ اس کے علاوہ بھی معرفت کا ایک طور اور انداز ہے جس میں ایک ایسی آنکھ وا ہو جاتی ہے جو مخصوص مدرکات کو دیکھتی ہے اور عقل ان مدرکات کے معاملہ میں اسی طرح معزول اور بے کار رہتی ہے جس طرح قوتِ سامعہ مثلاً رنگ و لون کی کیفیتوں کا کوئی تجربہ نہیں رکھتی۔"

اسی طرح نبوت کو ثابت کرتے ہوئے امام غزالیؒ نے واضح کیا کہ نبی انسانوں میں اعلیٰ ترین انسان ہوتے ہیں جو اپنی صلاحیتوں میں کاملیت کے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ جس طرح انسانوں میں مختلف صلاحیتیں کمی و بیشی کے ساتھ موجود ہوتی ہیں اسی طرح الہام و وحی کی اعلیٰ ترین صلاحیت انبیا کرامؑ میں موجود ہوتی ہے جو ملکہ نبوت ہے۔ آپؒ تحریر فرماتے ہیں:

---

37 م۔ن

38 ندویؒ، محمد حنیف، مولانا، مترجم: المنقذ من الضلال از امام غزالیؒ (ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۰۹ء)، ص: ۱۸۳۔۱۸۴

وذلک مثل الانبیاء علیھم السلام اذ یتضح لھم فی بواطنھم امور غامضة من غیر تعلم وسماع ویعبر ذلک بلالھام و عن مثلہ۔[39]

ابن خلدونؒ نے بھی نبوت کے بارے میں بحث کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ نبوت انسانوں کو الہامی تعلیمات دینے اور اُخروی معاملات کی درستگی کے لیے مبعوث ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ دنیوی زندگی کے تمام معاملات جن کا آخرت کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا ان کی بابت نبوت کوئی راہنمائی نہیں دیتی۔ چنانچہ ارتفاقات و معاشیات کے تمام اُمور انسان اپنی عقل سے حل کر سکتا ہے۔ (امام غزالیؒ کی طرح) ابن خلدون بھی یہی نقطہ نظر رکھتے ہیں کہ نبوت عقلی نہیں ہے بلکہ وہ لوگ جو عقلاً اس کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ غلط ہیں۔ آپؒ ذکر کرتے ہیں:

وبھذا یتبین لک غلطھم فی وجوب النبوت، وانہ لیس بعقلیّ، وانما مدرکہ الشرع کم ھو مذھب السلف من الامة۔[40]

"اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ عقلی طور پر نبوتوں کو واجب قرار دینے والے فلاسفہ کی بات غلط ہے۔ اور یہ بات ثابت ہو گئی کہ نبوت عقلی نہیں ہے۔ اس کا ثبوت اور ادراک صرف شریعت سے ہے، جیسا کہ امت کے گزشتہ لوگوں کا مذہب ہے۔"

امام غزالیؒ اور ابن خلدونؒ نے نبوت پر بحث کرتے ہوئے اس کو عقل و ادراک کے احاطہ سے باہر قرار دیا ہے۔ یعنی خالصتاً وہ الہامی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ نبوت کو صرف روح کی تربیت اور ترقی کے لیے تو ضروری مانتے ہیں لیکن معاشرتی و معاشی امور میں راہنمائی کے لیے عقل پر اکتفا کرتے ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ کے نظریۂ نبوت کی خاصیت یہ ہے کہ آپ روح کی ترقی کا دارومدار بھی معاشی امور کی تکمیل پر قائم کرتے ہیں۔ خاص طور پر اجتماعی اخلاق کی درستگی اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک اجتماعی اقتصادی حالت بہتر نہ ہو۔[41] مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے علامہ ابن خلدونؒ کے نظریۂ نبوت کے اثرات کی بابت بیان کیا ہے:

"لامحالہ ابن خلدونؒ کا یہ فکر انسان کو دنیا کے معاملات میں انبیاؑ کی تعلیمات سے مستغنی کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ افراد اور قوم کے حق میں کبھی خوش آئند نہیں ہو سکتا۔ چناں چہ نبوت کو صرف امورِ اُخروی کا مداوا سمجھنے سے یہ ہوا ہے کہ آج کے عرب دنیاوی امور کو حل کرنے کے لیے بہ آسانی یورپی حکما کے افکار اور ان کے

39 الغزالیؒ، محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، فصل فی تفاوت الناس فی العقل، (دارالمعرفة، بیروت، ۲۰۱۱ء)، ص: ۲۷۵

40 ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد، المقدمة (دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۸)، ۱/ ۴۶

41 شاہ ولی اللہؒ، حجة اللہ البالغة، ص: ۳۰۴

پروپیگنڈے کے شکار ہو جاتے ہیں۔"[42]

۶۔ خلاصۂ بحث

قرآنِ حکیم میں انبیا کرامؑ کی نبوت کے جامع پہلوؤں کا تعارف کرواتے ہوئے ان کو اقامتِ عدل، غلبہ دین، طاغوت سے اجتناب، تعلیمِ کتاب و حکمت اور تربیت جیسے امور کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ خصوصاً نبی اکرم ﷺ کی نبوت کے حوالے سے قرآن و حدیث سے یہ ثابت ہوتا کہ اقترابات (قُربِ خداوندی) و ارتفاقات (معاشرتی و معاشی امور) میں کامل راہنمائی آپ ﷺ کے ذمہ تھی۔ شاہ ولی اللہؒ نے نبوت کے اسی جامع پہلو پر اپنی کتب خصوصاً 'البدور البازغۃ' میں بالتفصیل روشنی ڈالی ہے۔ آپؒ نے ذکر کیا ہے کہ نبوت خدا کی طرف سے انسان کی ہدایت و راہنمائی کا ذریعہ ہے۔ حضرات انبیا کرامؑ ہر دور میں اپنی قوم میں مبعوث ہو کر انسانیت کو ظالم و سرکش افراد کے چُنگل سے نکال کر نظامِ عدل و انصاف قائم کرکے ان کو اللہ کی عبودیت میں لے جاتے تھے۔ انبیا کرامؑ کی بعثت کا مقصدِ اول تو یہی تھا کہ انسانوں کو اللہ کی عبودیت میں لایا جائے اور ان کو اُخروی کامیابی کا طریقہ بتایا جائے۔ لیکن دنیا میں طاغوتی اور سرکش طاقتیں انسانیت کو اپنے مفادات کے لیے غلام بنا لیتی ہیں لہٰذا انبیا کرامؑ ان کے خلاف محاذ قائم کرتے ہیں اور ان کو شکست دے کر عدل و انصاف کا حامل اجتماعی نظام قائم کرتے ہیں۔ اقترابات کے ساتھ ساتھ ارتفاقات کی راہنمائی نبوت کے ذریعے میسر آتی ہے۔ بعثتِ نبوی ﷺ پر گفتگو کرتے ہوئے شاہ ولی اللہؒ نے سات بڑے مقاصد ذکر کیے ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ سے قبل مسلم حکما و فلاسفہ نے نظامِ نبوت پر بحث کی ہے لیکن اس جامعیت کے ساتھ اس کو بیان نہیں کرسکے ہیں جو ان کے حصہ میں آئی ہے۔ امام غزالیؒ اور ابن خلدونؒ نے نبوت کو عقل و ادراک کے احاطہ سے بالاتر قرار دے کر اس کی جامعیت کو محدود کر دیا ہے۔ ان حضرات کے نزدیک نبوت کا تعلق صرف روحانی اور الوہی اُمور کے ساتھ ہے۔ نظامِ ارتفاقات اور معاشی امور میں راہنمائی کے لیے نبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی اس فکر کا نتیجہ مسلم دنیا پر یہ ہُوا کہ وہ ان اُمور میں راہنمائی کے حوالے سے مغربی مفکرین کی محتاج ہو گئی۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ علمی حلقوں میں ولی اللہی نظریۂ مقصدِ بعثتِ نبوت پر بحث کروائی جائے اور اس کی جامعیت کے پہلوؤں کی روشنی میں موجودہ دور کے مسائل کو نبوی تعلیمات کی بنیاد پر حل کرنے کا نظام مرتب دیا جائے۔

---

42 آزاد، شعور و آگہی، ص: ۳۴۰